

چند دن قبل امریکہ کے دارالحکومت میں ایک سیاہ فام شخص ایک معمولی سے سورپرائز کیا۔ چیزیں خرید تدہل۔ سودا نوکری میں ڈالا اور پیسے دینے والی لائی میں لگ گیا۔ باری آنے پر نوکری سے سارا سامان نکال کر کاڈمیر پر کھاس فہرست میں موجود خاتون نے سامان کی جاٹی پڑتاں کی۔ میں بنایا اور اس سیاہ فام شخص کے حوالے کر دیا۔ اس نے جیب سے کریڈٹ نکالا اور ادا بیگنی کر دی۔ وہاں سے نکتے ہوتے ہوئے کوئی چیز اس کے ہاتھ سے گری۔ اس نے زمین پر گری ہوئی چیز کو انٹھا کر سنبھال لیا۔ اسکے ہاتھ کوئی ملازم موجود نہیں تھا۔ کوئی لاڈ لشکر نہیں تھا۔ کوئی ہٹوپجو کی آواز نہیں آرہی تھی۔ ٹلی ایسی اور با شاہ سلامت کے نعرے نہیں لگ رہے تھے۔ چند لوگ اسے پہچان کرہا تھا ملایتے تھے۔ ذاتی حفاظت کیلئے حکومت کا باور دی سپاہی اس کے ہاتھ ضرور تھا۔ گارڈ نے نہ خریدا ہوا سامان اٹھایا، نہ اس نے زمین پر گری ہوئی چیز اٹھانے میں سیاہ فام شخص کی مدد کی۔ وہ شخص اپنی گاڑی خود چلا کر گھر چلا گیا۔ یہ شخص چند ماہ پہلے تک دنیا کا سب سے طاقتور انسان تھا۔ آٹھ برس امریکہ کا صدر رہنے والا باداک ابا م تھا۔ اسکے چہرے پر کوئی رعنوت، کوئی غصہ، کوئی تنجی یا تکبر نہیں تھا۔ ہر ایک سے مسکرا کر بات کر رہا تھا۔ حد توبیہ تھی کہ سورپر موجود کسی کو ظاہر ہی نہیں کیا کہ وہ سابقہ امریکی صدر ہے۔ عام آدمی کی طرح آیا اور سکون سے واپس چلا گیا۔ کیا دنیا کے مسلمان ملکوں میں مقتدر لوگوں کا ایسا انسانی رو یہ دیکھا جا سکتا ہے۔ جواب آپ سب کو معلوم ہے۔ یہ ایک کافر ملک کے نظام کی ان دورانی طاقت ہے جس میں سابقہ صدر بھی معمولی انسان کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔

امریکہ تو خیر سات سمندر پار ہے۔ ایشیا تک محدود ہو کر ملکی حکمرانوں کے طرز عمل کو پر کھنے کی کوشش کریں۔ جنوبی کوریا کی مثال بیجھے۔ پارک جین ہائی اس ملک کے طاقتور ترین خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اسکا والد جزل پارک ہی اٹھا رہ برس تک جنوبی کوریا کا صدر رہا۔ اس ملک کی اقتصادی ترقی اور معیشت کی مضبوط بنیاد رکھنے والا ہی فرد واحد تھا۔ اس نے بیٹی کو اپنے جانشین کے طور پر تیار کیا تھا۔ والد کے قتل کے بعد پارک ہائی بڑے آرام سے "قصر صدارت" پہنچ گئی۔ وہی محل جہاں اسکا بھیجن اور جوانی کا پیشتر حصہ گزرتا تھا۔ قصر صدارت کو کوریا میں بلیو یلیس "کہا جاتا ہے۔ پارک کا صدارتی دفتر اس درجہ شاہانہ تھا کہ اسے دروازے سے اپنی میز تک پہنچنے میں آٹھ منٹ لگتے تھے۔ چند ماہ پہلے الزام لگا کہ اسکی قریب ترین سینیلی چوٹی سون سل نے دس کمپنیوں سے سانحہ میں ڈال رکا چند وصول کیا ہے۔ پورے ملک میں کہرام مجھ گیا۔ ملکی نظام اس درجہ طاقتور ہے کہ صدر کمل طور پر بس ہو گئی۔ پارک یمنٹ میں اسکا مowaخذہ ہوا۔ عدالت میں صدر پر کر پشن اور اقرابا پر دری کے الزام کے تحت پولیس نے ثبوت پیش کیے۔ نج کے سامنے یہ نکتہ رکھا گیا کہ صدر کسی صورت میں ملک نہیں چھوڑے گی۔ تھیش اور مقدمہ کا سامنا کر گئی۔ مگر بیجھ کے سامنے سرکاری وکیل نے صرف ایک جملہ کہا کہ پارک اپنے خلاف ثبوت ختم کرنے کی کوشش کر سکتی ہے۔ نج نے جنوبی کوریا کی مضبوط ترین صدر کو جیل بیجھ دیا۔ مگر ایک اہم ترین نقطہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ جیل میں سب سے پہلے اسکا میک اپ اتنا گیا۔ کسی نے بھی صدر کو میک اپ کے بغیر نہیں دیکھا تھا۔ پہنچنے برس کی پارک میک اپ کے بغیر کمل طور پر ایک بوڑھی خاتون نظر آنے لگی۔ ساتھ ساتھ بالوں سے تمام پیش نکال دی گئی صرف اس لیے کہ بالوں کی پن سے اپنے آپ کو جسمانی لقصان نہ پہنچا سکے۔ سابقہ صدر کے تھیتی ترین سوت کو اتنا کر بزرگ کے جیل والے کپڑے پہنادیے گے۔ ہلکے بزرگ کے یہ کپڑے تمام قیدی سپنتے ہیں۔ پارک کو جس کو ٹھری میں بند کیا گیا، وہ تقریباً سات میٹر کا چوکور کرہ تھا۔ اس میں ایک نیبل، ایک بیڈ، ایک کوڈلگا ہوا تھا۔ صدر کو جیل نے بتایا کہ تمہیں کھانے کے برتن خود دھونے پڑے گے۔ کوئی ملازم نہیں ملے گا۔ صبح چھ بجے جانپر یا اور شام آٹھ بجے سونا ہو گا۔ ہاں، اسے جیل میں قید تھیا میں رہنا ہو گا۔ ایک گھنٹہ کے لیے ورزش کیلئے کھولا جائیگا۔ یعنی پارک کو ایک عام سے قیدی کی طرح رہنا ہو گا۔ پارک کا خاندان جنوبی کوریا کا طاقتور ترین خاندان ہے۔ وہ جیل کو یہ نہیں کہہ سکی کہ اسے ایک مشقی یا نوکری کی سہولت کیوں نہیں دی گئی۔ اے یابی کلاس کے قابل کیوں نہیں سمجھا گیا۔ گھر کے کھانے کی سہولت کیوں میر نہیں۔ پارک نے فرمائش کرنے کی جرأت بھی نہیں کی، کہ کمر میں در رہتا ہے، لہذا ہپتال میں منتقل کر دیا جائے۔ اس نے قانون اور ضابطہ کے تحت سرتیلیم خم کیا۔ کیا اس طرح کے رویے کا امکان ہمارے جیسے ملکوں میں کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں تو قرون اولی کے قلعے سناسا کر ذہنی طور پر مفلوج کر دیا گیا ہے۔ سوچیے، ہماری جیلوں میں مقدر لوگ کیسے رہتے ہیں۔ جاتے ہی اے کلاس حاصل کرتے ہیں۔ گھر سے کھانا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جیل میں نوکر مل جاتا ہے۔ ہر آسانش مہیا کی جاتی ہے۔ آگے بڑھیے، غور بیجھے۔ جیاز کا علاقہ ہمارے لیے مقدس ترین خطہ ہے۔ مذہبی احترام بالکل درست ہے مگر کیا ہمیں دیکھنے اور سوچنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے کہ سعودی شاہی خاندان کے افراد کس پر تھیش طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ابھی سعودی ہاؤ شاہ نے ایشیا کا سرکاری دوروہ کیا ہے۔ شاہی وفد میں ایک ہزار اہل خانہ، بیگمات اور دوست تھے اس میں پچیس شہزادے اور دو سوزیر بھی شامل تھے۔ ہاؤ شاہ کیلئے مخصوص شاہی کری ساتھ لائی گئی تھی۔ ہاؤ شاہ کیونکہ زیادہ چل نہیں سکتے لہذا انگلی سہولت کیلئے برقی سیڑھیاں اور الیوئیٹر ساتھ لائے گئے۔ اس پر تھیش دورے سے کیا حاصل ہوا، کوئی کچھ نہیں کہہ سکا۔

اپنے ملک پر نظر دوزا یئے۔ کسی تعصب سے بالاتر ہو کر معاملات کو حقائق کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کریں۔ کیا گزشتہ ستر سال میں آپ نے کسی صدر، وزیر اعظم، وزیر یا اہم آدمی کو دیکھا ہے کہ گھر کا سودا خود خرید رہا ہو۔ شاہکد ایک دلوگ ایسے مردروں میں ہوں جن کی رو جیں اقدار میں رہنے سے زنگ آؤ دنیں ہو گیں۔ معراج خالد صاحب ایسے ہی عجیب و غریب شخص تھے۔ وزیر اعلیٰ بھری رہے اور وزیر اعظم بھری۔ مگر انکی زندگی سادگی سے معمور تھی۔ ان چند لوگوں کے علاوہ کوئی مثال دیں، جہاں کوئی اہم شخص کسی دکان پر گیا ہو اور اہل خانہ کیلئے گھر کا سامان خریدے۔ ہاں، یہ اور بات ہے کہ لندن یا امریکہ جا کر یہ لوگ دیوں کی طرح شاپنگ کرتے ہیں۔ اسکے ساتھ ایک سابق وزیر اعظم کی اہمیت نے لندن کے "ہیر ڈز سور" سے اتنی زیادہ شاپنگ کی کہ سامان کیلئے اس سور سے متعدد صندوق خریدنے پڑے۔ شاپنگ کا بیل کروڑوں میں تھا جو ایک پاکستانی تاجر نے ادا کیا۔ اکثر عدالتی نظام کی برپا دی کا گریب ہوتا ہے۔ مگر کوئی ہے جو اعلان کرے کہ مقدر لوگوں کو جیل میں عام لوگوں جیسی سہولتیں میر ہوں گی۔ قیدیوں کے عام استعمال والے کپڑے پہننے ہوں گے۔ کھانا بھی وہ میر ہو گا جو جیل کے قیدیوں کو ملتا ہے۔ کوئی یہ سب کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اٹھاہد تک نہیں کر سکتا۔ یہاں کوئی ایسا ذہنی طور پر طاقتور انسان نہیں جو ساتھ کوریا کی مثال دے سکے۔ یہاں کوئی ایسا شخص نہیں جو کہہ سکے کہ ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کے حکمران سرکاری وسائل کا اتنا مکروہ اور جاہلانہ استعمال کیونکر کرتے ہیں۔ ان پر قانون کی عملداری کیوں نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اندھی تقليد اور غیر حقیقی داستانوں نے ہمیں ذہنی طور پر برپا کر دیا ہے۔ پورے عالم اسلام میں نگری تھے۔ وہاں پا شہرت ہے اسی طرز کی حکمرانی ہے۔ وثوق سے کہہ سکتا ہوں گے۔ مسلمانوں کے مقدر طبقہ میں سادگی کی ایک بھی مثال نہیں۔ قانون کی حکمرانی کی ایک بھی عملی تصویر نہیں۔ قانون اور سادگی کی غیر موجودگی میں ہمارے جیسے ملکوں میں دور دور تک خاموشی ہے۔ تقليد اور جہالت کا شور والا سنایا۔